فروری 2025

امام غزالیؒ

دِل کی حقیقت

کتابچہ ترتیب کردہ: ایڈوکیٹ شکیل

x.com: @humvee

دارالاحناف ریسرچ فورم

پیٹر لین کولکاتہ ۷۳

darulahnaf.blogspot.com

ہاں اس عالم میں مسافر کی طرح آیا ہے گوشت کا لوتھڑا اس دل کی سواری اور ہتھیار اور بدن کے سب عضو اس کا لشکر ہیں- وہ تمام بدن کا بادشاہ اور افسر ہے- خدا کی معرفت اور اس کے جمال بے مثال کا مشاہدہ اسی دل کی صفت ہے- اور اسی پر تکلیف عبادت عائد ہوتی ہے- اسی سے خطاب ہے- اسی پر ثواب و عذاب ہے- اصل سعادت اور شقاوت اسی کے لیے ہے- ان سب باتوں میں بدن اس کا تابع ہے- اس کی حقیقت اور صنعتوں کا پہچاننا خدا تعالیٰ کی کنجی ہے۔ اے عزیز ایسی کوشش کر کہ تو اسے پہچانے کہ وہ ایک عمدہ گوہر ہے اور گوہر ملائکہ کی جنس سے ہے- درگاہ الوہیت اس کا اصلی معدن ہے- وہیں سے وہ آیا ہے- وہیں پھر جائے گا- یہاں مسافر کی طرح آیا ہے- تجارت و زراعت کے لیے تشریف لایا ہے- تجارت و زراعت کے معنی آگے بیان ہوں گے- انشاء اللہ تعالیٰ ا؎

فصل : اے عزیز یہ سمجھ کہ جب تک تو دل کی ہستی کو نہیں جانے گا- اس کی حقیقت کو کیا پہچانے گا- پہلے ہستی پہچان پھر حقیقت جان بعدہ دل کا لشکر معلوم کر کہ کیا ہے- پھر یہ سمجھ کہ دل کو اس لشکر سے کیا تعلق ہے- پھر اس کی صفت پہچان کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اسے کس طرح حاصل ہوتی ہے اور معرفت سے اپنی سعادت کو کس طرح پہنچتا ہے- ان میں سے ہر ایک کا بیان آگے آئے گا- لیکن دل کی ہستی تو ظاہر ہے کہ اپنی ہستی میں آدمی کو کچھ شک نہیں اور اس کی ہستی اس کے ظاہری ڈھانچے سے نہیں اس لیے کہ یہ بدن مردہ ہے- اور جان بھی نہیں- اور دل سے ہمارا مقصود روح کی حقیت ہے- روح جب نہ رہی بدن مردار ہے- اگر کوئی اپنی آنکھ بند کرے اور اپنے خاکے اور دنیا و مافیہا کو جسے آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں بھلائے تو اپنی ہستی کو ضرور پہچان لے گا- اور گو کہ اپنے انجام اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو- لیکن اپنے آپ سے بے خبر نہ ہوگا- اور اگر کوئی اس امر میں اچھی طرح غور کرے تو آخرت کی بھی کچھ حقیقت پہچان لے اور یہ بھی جان لے کہ جب اس کا یہ بدن چھین لیں گے تو اس کا قائم رہنا اور فنا نہ ہونا روا ہے-

فصل : دل کیا ہے اور اس کی کیا خاص صفت ہے- یہ بیان کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی- اسی لیے رسول مقبول ﷺ نے شرح نہیں فرمائی اور خدا تعالیٰ کی جناب سے یہ آیت آئی :

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ — تجھ سے پوچھتے ہیں روح کے متعلق، کہہ تو کہ وہ میرے پروردگار کے حکم سے ہے-

روح اللہ کے کاموں اور عالم امر سے ہے- اس سے زیادہ کہنے کی اجازت نہ ہوئی :

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ — آگاہ ہو اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا-

عالم خلق جدا ہے اور عالم امر الگ جس چیز میں ناپ، مقدار اور کمیت کا دخل ہو- اسے عالم خلق کہتے ہیں- اس لیے

ا؎ اگر خدائے برتر نے چاہا- ۱۲-

کہ لغت میں خلق کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں-اور آدمی کے دل کے لیے اندازہ نہیں-اسی لیے تقسیم قبول نہیں کرتا- اگر تقسیم کے قابل ہوتا تو اس میں ایک طرف کسی چیز کا جہل اور دوسری جانب اسی چیز کا علم ہونا درست ہوتا- تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ ایک ہی وقت میں عالم بھی ہوتا-اور جاہل بھی اور یہ محال ہے اور روح باوجودیکہ قابل قسمت نہیں اور نہ اس میں مقدار و اندازہ کو دخل- مگر مخلوق ہے- یعنی پیدا کی گئی ہے اور جیسا کہ خلق اندازہ کرنے کو کہتے ہیں ویسا ہی پیدا کرنے کو بھی کہتے ہیں- تو اس معنی میں روح عالم خلق سے ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے عالم امر سے ہے عالم خلق سے نہیں-اس لیے کہ عالم امر ان چیزوں سے ہے جن میں ناپ اور اندازہ کو دخل نہ ہو جو لوگ روح کو قدیم سمجھے غلط سمجھے اور جنہوں نے روح کو عرض کہا غلط کہا کیونکہ عرض خود قائم نہیں دوسرے کا تابع ہوتا ہے-اور جان آدمی کی اصل اور بدن اس کا تابع ہے- تو روح عرض کیونکر ہو سکتی ہے-اور جنہوں نے روح کو جسم کہا ان کو بھی دھوکا ہوا ہے- کیونکہ جسم ٹکڑے ہو سکتا ہے' روح ٹکڑے نہیں ہو سکتی-ایک اور چیز ہے اس کو بھی روح کہتے ہیں وہ ٹکڑے بھی ہو سکتی ہے اور جانوروں کے بھی ہوتی ہے-لیکن جس روح کو ہم دل کہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہے- جانوروں کے لیے وہ روح نہیں ہے وہ نہ جسم ہے نہ عرض بلکہ فرشتوں کے گوہر کی جنس سے ایک جوہر ہے-اس کی حقیقت کا جاننا دشوار ہے اور اس کی تفصیل کی اجازت نہیں اور دین کا راستہ چلنے میں پہلے اس کے پہچاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے-اس لیے کہ پہلے دین کی راہ میں محنت اور ریاضت چاہیے جب کوئی شخص کماحقہ' ریاضت کرے گا یہ پہچان اسے خود بخود حاصل ہو جائے گی اور یہ معرفت منجملہ اس ہدایت کے ہے جو اس آیت میں حق تعالیٰ نے فرمائی ہے :

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا — اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے-

اور جس نے پوری ریاضت نہیں کی اس سے روح کی حقیقت بیان کرنا درست نہیں لیکن مجاہدہ و ریاضت سے پہلے دل کے لشکر کو جاننا چاہیے-جو لشکر نہ جانے گا وہ جہاد کیا کرے گا-

فصل :اے عزیز یہ بات جان کہ بدن دل کی مملکت ہے اور دل کے مختلف لشکر ہیں :ومایعلم جنود ربک الاھو- اسی سے عبارت ہے-اور دل کو آخرت کے لیے پیدا کیا ہے- سعادت ڈھونڈنا اس کا کام اور اس کی سعادت خدا تعالیٰ کی معرفت پر موقوف ہے اور صانع کی معرفت مصنوعات سے حاصل ہوتی ہے-اور یہ سب علم حسیہ سے ہے اور عجائبات عالم کی معرفت ظاہر و باطن کے حواس سے حاصل ہوتی ہے-اور حواس کا قیام بدن سے ہے- معرفت دل کا شکار اور حواس اس کا پھندا ہیں-بدن سواری اور دام کو اٹھانے والا اس لیے دل کو بدن کی ضرورت ہے اور بدن پانی' مٹی 'گرمی اور تری سے مل کر بنا-اس بنا پر کم طاقت ہے اور باطن میں بھوک' ظاہر میں آگ پانی' دشمن درندوں کے سبب سے اسے خطرہ ہلاکت ہے اسی وجہ سے کھانے پینے کی اسے حاجت ہوئی اور دو لشکروں کی ضرورت پڑی-ایک ظاہری لشکر- جیسے ہاتھ' پاؤں' منہ' دانت'

معدہ اور دوسرا باطنی لشکر- جیسے بھوک پیاسی اور ظاہری دشمن سے بچنے میں بھی اس کے دو لشکروں کی ضرورت ہوئی- ہاتھ پاؤں تو ظاہری لشکر ہیں اور غصہ، خواہش باطنی لشکر اور بے دیکھے چیز مانگنا اور بے دیکھے دشمن ہانکنا ممکن نہ تھا- تو حواس ظاہری اور باطنی کی ضرورت ہوئی- دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے، چھونے کی قوتیں ظاہری پانچ حواس ہیں اور خیال تفکر، حفظ توہم اور تذکر کی قوتیں دماغ میں باطنی پانچ حواس ہیں- ہر ایک قوت کے لیے خاص کام ہے- ایک میں خلل پڑنے سے آدمی کے دین دنیا کے کام میں خلل آتا ہے- یہ سب ظاہری باطنی لشکروں کے اختیار میں ہیں اور دل سب کا بادشاہ ہے- زبان ہاتھ پاؤں آنکھ قوت فکر سب دل کے حکم سے کام کرتے ہیں- اور سب کو خدا نے خوشی سے دل کا تابع بنایا ہے تاکہ بدن کی حفاظت کریں کہ دل اپنا سامان فراہم کرے اور اپنا شکار پکڑے اور آخرت کی سوداگری پوری کرے اور اپنی سعادت کا بیج بکھیرے- اور یہ لشکر دل کی ایسی اطاعت کرتے ہیں جیسے فرشتے خدا تعالیٰ کی خوشی سے اطاعت کرتے ہیں- اور حکم الٰہی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے-

فصل: دل کے لشکر کی تفصیل دراز ہے- اے عزیز تجھے اس کا مطلب ایک مثال سے معلوم ہوگا- اور وہ یہ کہ بدن گویا ایک شہر ہے اور ہاتھ پاؤں کام کاج کرنے والے لوگ اس شہر میں کام کرنے والے- غصہ کوتوال، دل بادشاہ اور عقل وزیر ہے- بادشاہ کو مملکت کے انتظام کے لیے ان سب کی ضرورت ہے- لیکن خواہش جو گویا عامل ہے جھوٹی اور زیادتی کرنے والی ہے- وزیر عقل کہتا ہے اس کے خلاف کرتی ہے اور ہمیشہ یہی چاہتی ہے کہ سلطنت میں جتنا مال ہے- سب خراج کے بہانے لے لے- اور غصہ جو گویا کوتوال ہے- سخت کیوں پسند تند خو اور تیز ہے مار ڈالنا- زخمی کرنا اسے اچھا معلوم ہوتا ہے- جس طرح شہر کا بادشاہ سب باتوں میں اپنے وزیر سے مشورہ کرتا ہے اور چھوٹے طمع اور عامل کا کان مروڑے رکھتا ہے- وزیر کے خلاف اس کا کہا نہیں مانتا- کوتوال اس کو تنبیہ کرتا ہے کہ اس کو زیادتی سے باز رکھے اور کوتوال کو بھی دباؤ میں رکھتا ہے کہ قدم حد سے زیادہ نہ بڑھائے اور ان باتوں سے اس بادشاہ کی سلطنت میں انتظام قائم اور درست رہتا ہے- اسی طرح بادشاہ دل بھی اگر وزیر عقل کے مشورے سے کام کرے- خواہش اور غصہ کو تابع کر کے عقل کا محکوم کر دے اور عقل کو ان کا محکوم نہ بنائے تو بدن کی سلطنت کا انتظام درست اور سعادت کی راہ چل کر حضرت الٰہیت میں بے روک ٹوک پہنچ جائے- اور عقل کو غصہ اور خواہش تیری بنا دے تو تن کا مالک ویران اور بادشاہ دل بدبخت وہلاک ہو گیا-

فصل: اے عزیز جو کچھ بیان ہوا اس سے تو نے یہ جان لیا کہ خواہش اور غصہ کو کھانے پینے اور بدن کی حفاظت ہی کے لیے خدا نے پیدا کیا ہے- تو یہ دونوں بدن کے خدمت گار- اور کھانا پینا بدن کا چارہ ہے اور بدن کو حواس کا بوجھ اٹھانے کے لیے پیدا کیا ہے- تو بدن حواس کا خادم ہے اور حواس کو عقل کی جاسوسی کے لیے پیدا کیا ہے- تو بدن حواس کا خادم ہے اور حواس کو عقل کی جاسوسی کے لیے پیدا کیا ہے- کہ دل کی شمع و چراغ بنے اور اس کی روشنی میں درگاہ الٰہی دل کو نظر آئے کہ

یہی دید دل کی بہشت ہے تو عقل دل کی خادمہ ہے اور دل جمال الٰہی کے نظارے کے لیے پیدا کیا ہے- جب دل اس نظارہ میں مشغول ہوا تو بندہ خدا کی درگاہ کا خادم بنا- حق تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی بندگی کے لیے

اس کے یہی معنی ہیں پس دل کو پیدا کر کے اسے ملک لشکر اور سواری بدن کی اسی لیے دی ہے کہ عالم خاک سے اعلیٰ علیین کی سیر کرے- اگر کوئی اس نعمت کا حق ادا کرنا اور بندگی کی شرط بجا لانا چاہے تو چاہیے کہ بادشاہ کی طرح مسند پر بیٹھے اور خدا کی درگاہ کو اپنا مقصود و قبلہ بنائے- اور آخرت کو اپنا وطن اور ٹھہرنے کی جگہ قرار دے اور دنیا کو منزل بدن کو سواری ہاتھ پاؤں کو خدمت گار- عقل کو وزیر خواہش کو مال کا نگہبان غصہ کو کوتوال اور حواس کو جاسوس بنا کر ہر ایک کو ایک ایک کام پر لگا دے کہ وہاں کی خبر لائیں- اور قوت خیال جو دماغ میں اگلی طرف ہے اسے اخبار کے ہرکاروں کا افسر بنائے- تاکہ جاسوس تمام خبریں اس کے پاس لائیں- اور قوت حافظہ جو دماغ میں پچھلی طرف ہے- اسے خبروں کا محافظ دفتر قرار دے کہ اخبار کے پرچے اس افسر سے لے کر حفاظت سے رکھے اور وقت پر وزیر عقل سے عرض کرے اور وزیر ان سب چیزوں کے موافق جو ملک سے اپنے پہنچی ہیں ملک کا انتظام اور بادشاہ کے سفر کی تدابیر کرتا رہے- وزیر عقل بھی اگر دیکھے کہ لشکر میں سے مثلاً خواہش غصہ وغیرہ بادشاہ سے منحرف ہو گیا اور اطاعت فرمانبرداری سے باہر ہو گیا اور راہزنی کرنا چاہتا ہے تو جہاد کی طرف متوجہ ہو کر پھر راہ پر لے آئے اور اسے مار ڈالنے کا ارادہ نہ کرے- کیونکہ سلطنت ان کے بغیر درست نہ رہے گی- بلکہ ایسی تدبیر کرے کہ ان کو اپنے قابو میں لائے- کہ جو سفر درپیش ہے اس میں وہ یار و مددگار رہیں- دشمن نہ ہو جائیں- رفاقت کریں- چوری' ڈکیتی عمل میں نہ لائیں۔ جب ایسا کیا تو سعید و نیک بخت ہو گیا اور نعمت کا حق ادا کر دیا اور اس خدمت کے عوض سرفرازی کا خلعت وقت پر پائے گا اور اگر اس کے خلاف عمل میں لایا دوسرے ڈکیتی کرنے والے باغیوں اور دشمنوں سے مل گیا تو نمک حرام اور بدبخت ہو گیا- اور اپنی اس بد اعمالی کی سخت سزا پائے گا-

فصل :اے عزیز جان کہ آدمی کو ہر ایک لشکر سے جو اس کے باطن میں ہے ایک تعلق ہے اور ہر لشکر کے سبب آدمی میں ایک صفت اور خلق پیدا ہوتا ہے- ان میں سے بعض اخلاق برے ہیں جو آدمی کو تباہ و برباد کرتے ہیں- اور بعض اچھے ہیں کہ آدمی کو درجہ سعادت پر پہنچا کر عالی مرتبت کرتے ہیں- وہ سب اخلاق اگرچہ بہت ہیں- لیکن چار قسم کے ہیں چارپایوں کے اخلاق- درندوں کے اخلاق' شیطانوں کے اخلاق اور ملائکہ کے اخلاق چونکہ آدمی میں لالچ اور خواہش ہے اس لحاظ سے چارپایوں کے سے کام کرتا ہے- کہ مارنے مار ڈالنے لوگوں سے گالی گلوچ ہاتھاپائی کرنے پر شیر ہوتا ہے- اور جبکہ حیلہ و مکر کرنا- لوگوں میں فساد ڈالنا چونکہ آدمی میں موجود ہے اس وجہ سے شیاطین کے سے کام کرتا ہے اور چونکہ اس میں عقل ہے اس کے باعث فرشتوں کے سے کام کرتا ہے- مثلاً علم کو دوست رکھنا برے کاموں سے پرہیز کرنا- لوگوں کی اچھائی چاہنا- ذلیل کاموں سے بچ کر عزت دار رہنا- ہر کام میں حق کی پہچان کر کے خوش ہونا جہل اور نادانی کو عیب جاننا

اور فی الحقیقت آدمی کی سرشت میں یہ چار چیزیں ہی ہیں۔ کتاپن' سورپن' شیطان پن' فرشتہ پن' کیونکہ کتا اپنی صورت ہاتھ پاؤں کھال کی وجہ سے برا نہیں بلکہ اپنی عادات کے سبب برا ہے کہ آدمیوں سے بھڑ جاتا ہے۔ سور بھی اپنی صورت کے اعتبار سے کچھ برا نہیں بلکہ اس وجہ سے برا ہے۔ کہ ناپاک اور بری چیزوں کا طمع رکھتا ہے۔ کتے اور سور کی روح کی بھی یہی حقیقت ہے اور آدمی میں بھی یہ باتیں موجود ہیں۔ اسی طرح شیطان پن اور فرشتہ پن کے بھی یہی معنی ہیں۔ اور آدمی سے فرمایا گیا کہ عقل کا نور جو فرشتوں کے انوار و آثار سے ہے۔ اس کی بدولت شیطان کے مکر اور حیلے معلوم کرنے تاکہ رسوا نہ ہو اور شیطان اس سے فریب نہ کر سکے جیسا کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ ہر آدمی کے لیے ایک شیطان ہے اور میرے لیے بھی ہے۔ لیکن خدا نے مجھے اس پر فتح عطا کر دی ہے تو وہ میرے ماتحت ہو گیا ہے اور وہ مجھے برائی کا حکم نہیں دے سکتا۔ اور آدمی کو یہ بھی حکم ہے کہ لالچ و خواہش کے سور اور غصہ کے کتے کو ادب اور کنٹرول میں رکھے اور عقل کو زبردست کرے کہ اس کے حکم سے اٹھیں بیٹھیں جو آدمی ایسا کرے گا اس کو اچھے اخلاق جو اس کی سعادت کے تخم میں حاصل ہوں گے اور اگر اس کے خلاف کرے گا اور خود ان کا خدمت گار بن جائے گا تو برے اخلاق جو اس کی بدبختی کے بیج ہیں اس سے ظاہر ہوں گے اور اگر خواب یا بیداری میں اس کے حال کی تمثیل اس کو دکھائیں تو وہ اپنے آپ کو یوں دیکھے گا کہ ایک سور یا کتے یا شیطان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ اگر کوئی کسی مسلمان کو کسی کافر کے قبضہ قدرت میں دے دے تو کافر اس مسلمان کا جو حال کرے گا وہ ظاہر ہے۔ اور اگر فرشتے کو کتے اور سور اور شیطان کے قبضے میں دے دے تو اس فرشتے کا حال اس مسلمان سے بھی بدتر ہو گا۔ لوگ اگر انصاف کریں اور سوچیں تو دن رات اپنے نفس کی خواہش کے تابع نہ رہیں اور حقیقت میں ان کا حال یہ ہے کہ ظاہر میں گو آدمی کے مشابہ ہیں۔ لیکن قیامت کو یہ بھید کھلے گا اور ان کا ظاہر بھی باطن کی صورت پر ہو گا۔ جن پر خواہش اور لالچ غالب ہے۔ لوگ ان کی سور کی صورت دیکھیں گے اور جن پر غصہ غالب ہے ان کی بھیڑیئے یا کتے کی سی صورت ہو گی۔ اسی لیے ہے کہ اگر کسی نے بھیڑیئے کو خواب میں دیکھا تو ظالم مرد اس کی تعبیر ہے۔ اور اگر کسی نے سور کو خواب میں دیکھا تو نجس آدمی اس کی تعبیر ہے کیونکہ نیند موت کا نمونہ ہے۔ نیند کے سبب اس عالم سے جو اتنا دور ہوا تو صورت سیرت کے تابع ہو گئی۔ ہر شخص کو ویسا ہی دیکھا جیسا اس کا باطن ہے۔ یہ بڑے بھید کی بات ہے یہ کتاب اس کی تفصیل کی متحمل نہیں۔

فصل : اے عزیز جب معلوم ہو گیا کہ باطن میں یہ چاروں حکم دینے والے ہیں۔ تو اپنی حرکات و سکنات کو دیکھ کہ چاروں میں تو کس کی اطاعت میں ہے اور یقین جان کہ تو جو حرکت کرے گا اس سے دل میں ایک صفت پیدا ہو کر رہے گی۔ اور اس جہان میں تیری ساتھی ہو گی۔ ان صفات کو اخلاق کہتے ہیں۔ اور سب اخلاق ان چاروں کو حکم کرنے والوں ہی سے پیدا ہوتے ہیں یعنی اگر خواہش کے سور کا تو مطیع ہے تو پلیدی' بے حیائی' لالچ' خوشامدی' خست اور دوسرے کی برائی پر خوش ہونا وغیرہ صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر اس سور کو تو دبائے رکھے گا تو قناعت' حیا' شرم' دانائی' پارسائی' بے طمعی' غریبی

کی صفت ہو گی-اگر تو غضب کے کتے کی اطاعت کرے گا تو نڈر ہونا' ناپاکی 'بڑا بول بولنا' غرور' تکبر اپنی بڑائی چاہنا' افسوس کرنا-دوسرے کو کم جاننا اور ذلیل سمجھنا لوگوں سے بھڑنا وغیرہ باتیں پیدا ہوں گی اگر اس کتے کو ادب میں رکھے گا تو صبر بردباری درگزر کرنا- استقلال' بہادری' سکوت' عزت' بزرگی وغیرہ کے اوصاف پیدا ہوں گے-اگر تو اس شیطان کی اطاعت کرے گا جس کا کام اس سور اور کتے کو ورغلا کر دلیر کرنا مکر فریب سکھلانا' دھوکا دینا' خیانت کرنا' جعل سازی' جھوٹ بولنا' رنجھنا-اور مکر و فریب وغیرہ امور پیدا ہوں گے اور اگر تو اس کو زیر کرے اس کے فریب میں نہ آئے گا اور عقل کے لشکر کی مدد کرے گا تو دانائی' معرفت' علم' حکمت' صالحیت' حسن اخلاق' بزرگی اور ریاست کی صفتیں پیدا ہوں گی اور یہ اوصاف جو تیرے ساتھ رہیں گے یہی نیک یادگار ہوں گے-اور تیری سعادت کا ختم بن جائیں گے اور جن کاموں سے برے اخلاق پیدا ہوتے ہیں-انہیں گناہ کہتے ہیں اور جن کاموں سے اچھے اخلاق پیدا ہوتے ہیں-انہیں عبادت کہتے ہیں- آدمی کے حرکات و سکنات ان دو حال سے جن کا ذکر ہوا خالی نہیں- دل گویا ایک روشن آئینہ ہے اور برے اخلاق دھواں اور ظلمات ہیں جب دل تک پہنچتے ہیں تو اسے اندھا کر دیتے ہیں کہ قیامت کے دن جناب الٰہی کی دید سے محروم رہے گا اور نیک اخلاق گویا نور ہیں- کہ دل میں پہنچ کر اسے سیاہی اور گناہوں سے صاف کر دیتے ہیں اسی لیے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا:

اِتْبِعِ السَّیِّئَۃَ اَلْحَسَنَۃَ لَمُحُھَا — یعنی ہر برائی کے بعد بھلائی کر کہ بھلائی برائی کو مٹا دیتی ہے-

یا قیامت میں آدمی کا دل روشن ہو گیا یا تاریک-

فَلَا یَنْجُوا اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ٥ — کوئی نجات نہ پائے گا- مگر وہ شخص جو خدا کے سامنے ایسا دل لایا ہو جو گناہوں سے سلامت ہے-

اور آدمی کا دل ابتدائے خلقت میں لوہے کا سا ہے جس سے روشن آئینہ بنتا ہے کہ تمام اس میں دکھائی دیتا ہے- بشر طیکہ اسے خوب حفاظت سے رکھیں- نہیں تو ایسا زنگ لگ جاتا ہے کہ اس سے آئینہ نہ بن سکے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا کَانُوْ یَکْسِبُوْنَ ٥ — کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ان کے دلوں میں وہ جو کچھ کماتے تھے-

اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ آدمی میں چونکہ درندوں چارپایوں اور شیطانوں کی صفتیں ہیں تو ہم کیونکر جانیں کہ فرشتہ پن اس کی اصل ہے-اور یہ صفات عارضی اور عاریۃً ہیں اور کس طرح معلوم ہو کہ آدمی فرشتوں کے اخلاق حاصل کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے-اور صفات کے لیے نہیں- تو سن تاکہ تجھ کو معلوم ہو جائے کہ آدمی چارپایوں اور درندوں سے اشرف و کامل تر ہے اور خدا نے ہر چیز کو جو کمال دیا ہے- وہی اس کا نہایت درجہ ہے اور اسی لیے اسے پیدا کیا گیا ہے اس

کی مثال یہ ہے کہ گھوڑا گدھے سے عزت دار ہے کیونکہ اسے بوجھ اٹھانے کے لیے پیدا کیا اور اسے لڑائی اور جہاد میں دوڑانے کے لیے تاکہ سوار کی ران کے نیچے جیسا چاہے دوڑے- حالانکہ اس کو گدھے کی طرح بوجھ اٹھانے کی قوت بھی ہے- لیکن کمال گدھے سے زیادہ ملا ہے- اگر وہ اپنے کمال سے عاجز ہو تو اس پر بوجھ لاد دیں گے اور اس کو گدھے کا مرتبہ ملے گا- اس میں اس کی خرابی اور نقصان ہے- اس طرح بعض لوگ یہ سمجھ کر کہ آدمی کو کھانے پینے سونے جماع کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے اپنی تمام عمر اسی میں گنواتے اور بعض جانتے ہیں کہ آدمی کو اور چیزوں کے زیر کرنے کے لیے پیدا کیا ہے جیسے عرب ترک کو' یہ دونوں خیال غلط ہیں- اس لیے کہ کھانا پینا جماع کرنا خواہش سے ہوتا ہے اور خواہش جانوروں کو بھی ہوتی ہے بلکہ اونٹ کا کھانا اور گرگریا کا جماع آدمی کے کھانے اور جماع سے زیادہ ہے تو آدمی ان سے کس طرح افضل ہے اور دوسرے کو مغلوب کرنا غصہ کے سبب سے ہوتا ہے- اور غصہ درندوں میں بھی پایا جاتا ہے- جو کچھ درندوں و چرندوں وغیرہ کو ملا ہے وہ آدمی کو بھی ملا ہے- بلکہ اس کے سوا آدمی کو اور کمال بھی عنایت ہوا ہے- اور وہ کمال عقل ہے- کہ اس کے سبب سے آدمی خدا کو پہچانتا اور اس کی عجیب و غریب صنعتیں جانتا ہے- اور اسی کے سبب سے آدمی درندوں چرندوں سب پر غالب ہے وہ سب کچھ جو زمین پر ہے آدمی کے مطیع ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَلَكُمْ مَّافِى الْاَرْضِ — اور مطیع کیے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے سب-

آدمی کی حقیقت وہی ہے جس سے اس کا کمال ہے- اور صنعتیں عارضی اور عاریۃً ہیں اور آدمی کے کمال کے لیے پیدا ہوئی ہیں- اسی لیے جب آدمی مر جاتا ہے- نہ خواہش رہتی ہے 'نہ غصہ یا ایک جوہر رہتا ہے جو فرشتوں کی طرح خدا کی معرفت سے آراستہ ہے- اور نخواہی آدمی کا رفیق ہوتا ہے- اور یہی جوہر فرشتوں کا بھی رفیق ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ خدا کی درگاہ میں رہتے ہیں-

فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ○ — بیٹھے ہیں بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے

یا آدمی کے ساتھ ایک اوندھی اور تاریک چیز رہتی ہے- تاریک اس وجہ سے ہوتی ہے کہ گناہ کے سبب اس میں زنگ لگ جاتا ہے اور اوندھی اس وجہ سے کہ غصہ و غضب کے باعث اسے آرام ملتا تھا- غصہ و غضب تو یہاں رہ گیا تو اس کے دل کا منہ بھی اسی طرف رہے گا کہ اس کی خواہش اور مقصد تو یہاں ہے- اور یہ جہان اس جہان کے نیچے ہے- اب وہ جہان ہے تو اس کا سر نیچے ہو گا-

وَلَوْ تَرٰى اِذِالْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْارُءُوْسِهِمْ عِنْدَرَبِّهِمْ — اگر کبھی تو دیکھے جس وقت مجرم سر نیچے کئے ہوں گے اپنے رب کے پاس-

کے یہ معنی ہیں- اور جو شخص ایسا ہو گا شیطان کے ساتھ سجین میں جائے گا اور سجین کے معنی ہر ایک کو معلوم نہیں ہیں- اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَآ اَدْرٰكَ مَاسِجِّيْنٌ ○ — اور تمہیں کیسے معلوم ہو کہ سجین کیا ہے-

فصل : عام قلب کے عجائبات کی انتہا نہیں-اور دل کی فضیلت اسی سے ہے کہ سب سے نرالا ہے-بہت سے لوگ اس سے غافل ہیں-دل کی فضیلت دو وجہ سے ہے-ایک تو علم کی وجہ سے دوسرے قدرت کے سبب علم کی وجہ سے فضیلت کی دو قسمیں ہیں-ایک کو تمام مخلوق جان سکتی ہے-مگر دوسری نہایت پوشیدہ اور عمدہ ہے-اسے کوئی نہیں پہچان سکتا-وہ بزرگی جو ظاہر ہے وہ تمام علموں' صنعتوں اور معرفتوں کی قوت ہے-اسی قوت کی وجہ سے دل تمام صنعتیں پہچانتا ہے اور جو کچھ کتابوں میں ہے اسے پڑھتا اور جانتا ہے-جیسے ہندسہ' حساب' طب' نجوم' علم شریعت اور باوجودیکہ دل ایسی چیز ہے کہ ٹکڑے نہیں ہو سکتا-مگر سب علم اس میں سما جاتے ہیں-بلکہ اس کے سامنے تمام عالم ایسا ہے کہ گویا صحرا میں ذرہ اور لحظہ بھر میں زمین میں سے آسمان تک مشرق سے مغرب تک دل اپنی فکر و حرکت سے پہنچ جاتا ہے-باوجودیکہ زمین پر ہے مگر تمام آسمان کو ناپتا ہے-اور سب ستاروں کو ناپ کر جانتا ہے کہ اتنے گز فاصلے پر ہیں اور مچھلی کو دریا کی تہہ سے تدبیر و حیلہ سے باہر نکالتا ہے-اور پرندے کو ہوا سے زمین پر ڈال لیتا ہے-اور زور آور جانور جیسے اونٹ' ہاتھی' گھوڑا ان کو اپنا تابع کر لیتا ہے-اور عالم میں جو عجیب عجیب علوم ہیں وہ اس کا پیشہ ہے اور یہ سب اسی پانچ حواس سے حاصل ہوتے ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام حواس کا دل کی طرف راستہ ہے-اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جیسے عالم محسوسات یعنی عالم جسمانی کی طرف پانچ حواس دل کے پانچ دروازے ہیں-اسی طرح عالم ملکوت یعنی عالم روحانی کی طرف بھی دل میں ایک کھڑکی کھلی ہے اور بہت لوگ عالم جسمانی ہی کو محسوس جانتے اور حواس ظاہری کو ہی علم کا راستہ سمجھتے ہیں-حالانکہ یہ دونوں بے حقیقت اور بے اصل ہیں-ان کی حقیقت کیا ہے-اور دل کی بہت سی کھڑکیاں جو علوم کی طرف کھلتی ہیں اس دعویٰ پر دو دلیلیں پیش کی جا سکتی ہیں :

۱-نیند میں لوگوں کے ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں اور دل کی کھڑکی کھل جاتی ہے-اور عالم ارواح و لوح محفوظ میں غیب کی چیزیں نظر آتی ہیں-جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے دکھائی دیتا ہے-یا صاف معلوم ہوتا ہے-یا مثال میں نظر آتا ہے-اسے تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے-اور ظاہر ہے کہ جو جاگتا رہتا ہے-لوگ اسے معرفت کا زیادہ مستحق جانتے ہیں-حالانکہ دیکھتے ہیں کہ جاگتے میں غیب کی چیزیں نظر نہیں آتی ہیں-اور خواب کی حقیقت کی تفصیل اس کتاب میں بیان کرنا ممکن نہیں لیکن مجمل طور پر اس قدر جان لینا چاہیے کہ دل آئینہ کی طرح ہے اور لوح محفوظ اس آئینہ کی طرح ہے جس میں سب موجودات کی تصویریں موجود ہیں اور صاف شفاف آئینہ کو جب تصویر والے آئینہ کے سامنے رکھتے ہیں تو اس میں سب تصویریں دکھائی دیتی ہیں-اسی طرح دل جب آئینہ کی طرح ہو اور محسوسات سے قطع تعلق کرے تو لوح محفوظ سے مناسبت و مقابلہ پیدا کر سکتا ہے تو لوحِ محفوظ میں تمام موجودات کی جو تصویریں موجود ہیں دل میں صاف نظر آتی ہیں اور دل جب تک محسوسات سے مشغول رہتا ہے-عالم غیب کے ساتھ مناسب نہیں ہوتا-نیند میں چونکہ محسوسات سے بالکل فلوج ہوتا ہے تو لازماً عالمِ روحانی کو دیکھتا ہے-لیکن نیند میں حواس تو علیحٰدہ ہو جاتے ہیں-مگر خیال باقی رہتا ہے-اسی

وجہ سے مثال میں خیال نظر آتا ہے- اور صاف حال سامنے نہیں آتا- اور جب آدمی مر جاتا ہے تو نہ خیال باقی رہتا ہے نہ حواس اس وقت کچھ آڑ نہیں رہتی- معاملہ صاف ہوتا ہے- اس وقت اس سے کہتے ہیں :

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَ كَ اَفَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ٥ — تو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹادیا تو تیری نگاہ آج بہت تیز ہے- ۱۲

اور وہ جواب دیتا ہے :

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ٥ — اے رب ہم نے دیکھ لیا سن لیا- اب ہم کو پھر بھیج ہم کریں بھلائی ہم کو یقین آیا-

اور عالم ملکوت کی طرف دل کی کھڑکی ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس کے دل میں فراست کی باتیں اور نیک خیالات الہام کے طور سے نہ آتے ہوں- اور وہ حواس کے راستے نہیں آتے بلکہ دل ہی میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ خطرے کہاں سے آئے ہیں- اتنی بات یہ معلوم ہوا کہ ہر طرح کا علم محسوسات کے ذریعے سے نہیں اور دل اس عالم سے نہیں بلکہ عالم روحانی سے ہے اور حواس جن کو اس عالم کے لیے پیدا کیا ہے خواہ مخواہ اس عالم کو دیکھنے میں آڑ بنے ہوئے ہیں اور جب تک اس عالم سے فارغ نہ ہوگا اس عالم کی طرف راہ نہ پائے گا-

فصل : اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ عالم روحانی کی طرف دل کی کھڑکی سوئے اور مرے بغیر نہیں کھلتی- یہ بات نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص جاگتے میں ریاضت و محنت کرے دل کو خواہش اور غصہ کے ہاتھ سے چھڑا لے- برے اخلاق سے پاک کرے خالی جگہ میں بیٹھے آنکھ کو بند اور حواس کو بیکار کرے- اور دل کی عالم روحانی سے یہاں تک مناسبت قائم کر دے کہ ہمیشہ دل سے اللہ اللہ کہے زبان سے نہیں حتیٰ کہ اپنے آپ اور عالم تمام سے بے خبر ہو جائے اور خدا کے سوا کسی کی خبر نہ رکھے- جب ایسا ہو جائے تو اگرچہ جاگتا ہو تو بھی دل کی کھڑکی کھلی رہے گی- اور لوگ جو کچھ خواب میں دیکھیں گے وہ جاگتے میں دیکھے گا- فرشتوں کی ارواح اچھی صورتوں میں اس پر ظاہر ہوں گی- پیغمبروں کو دیکھنے لگے گا- اور ان سے بہت فائدہ اور مدد پائے گا- زمین آسمان کے ملکوت اسے نظر آئیں گے- اور جس کسی پر یہ راہ کھلی وہ عجیب عجیب چیزیں اور بڑے بڑے وہ کام جن کی تعریف امکان سے باہر ہے' دیکھے گا رسول مقبول ﷺ نے فرمایا :

زُوِيَتْ لِىَ الْاَرْضُ فَاُرِيْتُ مَشَارِقَهَا وَ مَغَارِبَهَا — دکھائی گئی مجھ کو زمین پھر دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو- [۱]

اور خدا تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا ہے :

---

[۱] یہ حدیث طبرانی میں ہے- اور اسی مضمون کی ایک حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے- حضور علیہ السلام کے علم ماکان مایکون کے ثبوت میں بہت سی آیات اور بے شمار احادیث صحیحہ اور اقوال علماء اہلسنت موجود ہیں- مزید اطمینان کے لیے اعلیٰ حضرت بریلوی کی کتابوں کا مطالعہ کریں- (مترجم)

وَكَذٰلِکَ نُرِیٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝ اسی طرح دکھاتے ہیں ہم ابراہیم کو سلطنت آسمانوں اور زمین کی۔

سب اسی سلسلے میں ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کے تمام علوم اسی طرح سے تھے حواس اور سیکھنے سے نہ تھے۔ سب کا آغاز ریاضت و مجاہدہ سے تھا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۝ سب سے رشتہ تعلق توڑ کر اپنے تئیں آپ کو بالکل خدا کے قبضہ اختیار میں دے دے دنیا کی تدبیر میں مشغول نہ ہوں کہ خدا خود سب کام درست کر دیتا ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا۝ مالک مشرق اور مغرب کا اس کے بغیر کسی کی بندگی نہیں۔ سو پکڑا اسی کو وکیل و کارساز۔

جب تو نے اپنا وکیل خدا کو بنایا تو اب فارغ اور لوگوں سے نہ مل۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا۝ اور صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور چھوڑ ان کو بھلی طرح چھوڑنا۔

یہ سب ریاضت و مشقت تعلیم کے طور پر ہے کہ خلق کی تمنا۔ دنیا کی خواہش اور محسوسات کے ساتھ شغل سے دل صاف ہو اور پڑھ کر اس امر کو حاصل کرنا علماء کا طریقہ ہے یہ بھی بڑا کام ہے۔ لیکن نبوت کی راہ اور انبیاء و اولیاء کے علم کی نسبت جو آدمیوں کے سکھائے بغیر رب العزت کی درگاہ سے حاصل ہوتا ہے۔ چھوٹا ہے اکثر لوگوں کو اس راہ کا سیدھا اور درست ہونا۔ تجربہ و عقلی دلیل سے معلوم ہوا ہے۔ اے عزیز اگرچہ تجھے ذوق سے یہ حال حاصل نہ ہو۔ سیکھنے سے بھی نہ معلوم ہو۔ اور عقلی دلیل سے بھی نہ حاصل ہو لیکن اتنا تو ہونا چاہیے اس پر ایمان و تصدیق کرنا کہ تینوں درجوں سے محروم نہ رہے اور منکر نہ ہو جا اور یہ امور عالم دل کے عجائبات سے ہیں اور اسی سے آدمی کے دل کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔

فصل: اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ یہ امور پیغمبروں کے لیے خاص ہیں اس لیے سب آدمیوں کی ذات اصل خلقت میں اس کے لائق ہے جیسے کوئی لوہا ایسا نہیں کہ خلقت میں اس کی لیاقت نہ رکھتا ہو کہ اس سے آئینہ نہ بن سکے کہ اس آئینہ میں عالم کی صورت نظر آئے۔ مگر یہ کہ اس میں زنگ لگے اور اس کی اصل میں پیوست ہو جائے اور اسے خراب کر دے یہی حال دل کا ہے کہ اگر دنیا کی حرص و خواہش اور گناہ اس پر چھا جائیں اور اس میں جگہ کر لیں۔ تو دل زنگ آلود میلا ہو جاتا ہے اس میں لیاقت نہیں رہتی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

وَكُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ وَيُمَجِّسَانِهٖ — اور ہر چہ پیدا ہوتا ہے فطرت پر پھر ماں باپ اس کے یہودی بناتے ہیں اسے اور نصرانی بناتے ہیں اسے اور مجوسی کر دیتے ہیں اس کو۔

اور سب میں یہ لیاقت موجود ہونے کی خبر خدا نے بھی دی ہے:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ۵ — کیا نہیں ہوں میں تمہارا رب کہا انہوں نے البتہ ہے۔

جیسا کہ کوئی کہے کہ جس کسی عقلمند سے پوچھیں کہ کیا دو ایک سے زیادہ نہیں ہیں۔ جواب دے گا ہاں ضرور زیادہ ہیں۔ اگرچہ تمام عقلمندوں نے کان سے نہ سنا ہو نہ زبان سے کہا ہو لیکن اس جواب کا سچ ہونا سب کے دل میں ہے۔ جیسا سب آدمیوں کی یہ خلقت ہے خدا کی معرفت بھی سب کی فطرت میں ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ — اور اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے انہیں پیدا کیا تو بے شک کہیں گے کہ اللہ نے۔

اور فرمایا ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۵ — اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔

اور عقلی دلیل اور تجربہ سے بھی معلوم ہے کہ یہ امور پیغمبروں کے ساتھ خاص نہیں۔ اس لیے کہ پیغمبر بھی آدمی ہیں:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ — کہہ دے اے محمدؐ سوائے اس کے نہیں ہے کہ میں تمہاری طرح ایک آدمی ہوں۔

یہ راہ جس شخص پر کھلی ہے اور اسے لوگوں کی صلاحیت کی ساری باتیں بتائی ہیں۔ اور وہ ان باتوں کی ہدایت کرتا ہے تو اس بتائے ہوئے طریقہ کا نام شریعت ہے۔ اور خود اس شخص کو پیغمبر اور اس کے خرق عادت حالات کو معجزات کہتے ہیں اور اگر وہ شخص مخلوق کو ہدایت دینے میں مصروف نہ ہو تو اسے ولی کہتے ہیں۔ اور اس کے حالات کو کرامات اور یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کا یہ حال لازماً خلق کو دعوت بھی دے اور ہدایت دینے میں بھی مشغول ہو۔ بلکہ خدا کی قدرت میں ہے کہ اس کے ذریعہ ہدایت دینے میں اس وجہ سے مشغول نہ کرے کہ اس وقت شریعت ہو۔ اور لوگوں کو تبلیغ کی ضرورت نہ ہو لوگوں کو ہدایت دینے کی شرائط میں نہ ہوں۔ اے عزیز تجھے چاہیے کہ اولیاء کی ولایت و کرامت پر اعتقاد رکھے۔ یہ جان لینے پر کفایت نہ کر کہ پہلے تو یہ کام محنت سے تعلق رکھتا ہے اور اس میں محنت کو دخل ہے۔ لیکن یہ بھی نہیں کہ جو کھیتی بوئے وہ غلہ بھی کاٹے اور جو چلے وہ منزل کو بھی پہنچے اور جو ڈھونڈے وہ پائے جو کام ذی شان ہوتا ہے۔ اس کی شرطیں بھی بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اور اس کا حصول بھی مشکل ہوتا ہے۔ اور مقام معرفت میں آدمی کے جو درجات ہیں۔ یہ کام تو اس میں سے بہت بڑا درجہ رکھتا ہے۔ اور بے کوشش اور مرشد کامل اس کام کو ڈھونڈھنا بھی نہیں آتا۔ اور اگر یہ دونوں بھی ہوں تو جب تک خدا کی مدد نہ ہو اور ازل میں اس شخص کے لیے اس سعادت کا حکم نہ ہو چکا ہو۔ اس مراد کو نہ پا سکے گا۔ اور

علم ظاہری میں امامت کا درجہ پانا اور دوسرے کام ایسے ہی ہیں۔

فصل: اے عزیز اصل آدمی جسے دل کہتے ہیں وقت اور حال کے اعتبار سے اس کی جو فضیلت ہے اس بیان سے وہ بزرگی و فضیلت کچھ پرچھائیں سی تجھے معلوم ہوئی اب یہ جان کہ قادر ہونے کے لحاظ سے بھی اس کو عظمت اور فرشتوں کی خاصیت حاصل ہے۔ حیوانوں کو وہ بزرگی حاصل نہیں اور دل کی قدرت یہ ہے کہ جیسے عالم اجسام فرشتوں کے تابع ہے۔ جب وہ مناسب دیکھتے اور خلق کو محتاج پاتے ہیں۔ خدا کے حکم سے پانی برساتے اور موسم نہار میں ہوا چلاتے ہیں اے۔ چہ دان میں حیوان کی صورت اور زمین میں روئیدگی کی شکل بناتے اور سنوارتے ہیں ہر ہر کام پر فرشتوں کا ایک ایک گروہ مقرر ہے۔ اسی طرح آدمی کا دل بھی فرشتوں کی جنس سے ہے۔ اور اس کو بھی خدا نے قدرت دی ہے کہ بعض اجسام اس کے بھی تابع ہیں۔ اور ہر ایک کا بدن خاص عالم ہیں اور دل کے تابع ہے۔ اس لیے کہ یہ معلوم ہے کہ دل انگلی میں نہیں۔ اور علم وارادہ بھی انگلی میں نہیں مگر جب دل حکم دیتا ہے تو انگلی ہلتی ہے۔ اور جب دل میں غصہ آتا ہے تو تمام بدن سے پسینہ جاری ہو جاتا ہے۔ یہ مینھ ہے اور جب دل میں شہوت پیدا ہوتی ہے تو ہوا چلتی ہے اور وہ شہوت آلہ تناسل کی طرف چلی جاتی ہے۔ اور جب دل میں کھانے کا خیال آتا ہے تو زبان کے نیچے جو قوت ہے وہ خدمت کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ اور پانی نکلتا ہے۔ کہ کھانے کو ایسا تر کرے کہ کھالیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ دل کا تصرف بدن میں جاری ہے اور بدن دل کے تابع ہے لیکن یہ جاننا چاہیے کہ یہ امر ممکن ہے کہ بعض دل جو زیادہ بزرگ اور قوی اور فرشتوں کی اصل سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ بدن کے علاوہ اور اجسام بھی ان کے مطیع ہو جائے۔ اگر کسی بیمار کی طرف وہ دل ہمت و توجہ کرے تو وہ اچھا ہو جائے۔ اگر تندرست کی طرف ہمت کرے تو بیمار پڑ جائے اگر کسی شخص کو چاہے کہ ہمارے پاس آئے تو اس شخص کا دل اس کے پاس جانے کو چاہے اگر ہمت مبذول کرے کہ مینھ برسے تو برسنے لگے یہ سب عقلی دلیل سے بھی ممکن ہے اور تجربہ سے بھی معلوم ہے اور نظر لگنا اور جسے جادو کہتے ہیں وہ اسی قسم سے ہے۔ سب چیزوں میں آدمی کے نفس کو دخل ہے۔ مثلاً جو نفس حسد کرتا ہے۔ اگر کسی چارپایہ کو دیکھ کر اپنے حسد کی وجہ سے اس کے ہلاک ہونے کا خیال کرے تو وہ چارپایہ فوراً ہلاک ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

اَلْعَیْنُ تُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ وَ الْجَمَلَ الْقِدْرَ — نظر بد آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو دیگ میں ڈال دیتی ہے۔

دل میں جو قدرتیں ہیں ان میں سے یہ ایک عجیب قدرت ہے ایسی خاصیت اگر پیغمبروں سے ظاہر ہو تو معجزہ ہے اگر دل سے ظاہر ہو کرامت۔ اگر اس خاصیت والا نیک کاموں میں رہتا ہے تو اسے بھی ولی کہتے ہیں اور اگر برے کاموں میں رہتا ہے تو جادوگر ہے اور سحر کرامات سب آدمی کے دل کی قدرت کی خاصیت ہیں اور ان میں بڑا فرق ہے اس کتاب میں اس

اے معلوم ہوا کہ بہت سے مافوق العادۃ کام اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں یعنی فرشتوں کے اختیار میں دے رکھے ہیں۔ تو اگر اولیاء کرام کو بھی ایسا اختیار دے دے تو شرک وفکر کیسے ہوگا۔ جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے چند سطر بعد خود اولیاء اللہ کے تفرقات کو بیان کیا ہے۔ اس عقیدے کو شرک و بدعت کہنے والے غور فرمائیں۔ (مترجم)

فرق کے بیان کے گنجائش نہیں-

فصل : یہ سب کچھ جو بیان ہوا جو کوئی اسے جانے گا نبوت کی حقیقت اچھی طرح نہ پہچان سکے گا صرف گفت وشنید سے کچھ جانے گا- اس لیے کہ نبوت ولایت آدمی کے دل کے بڑے درجات میں سے ایک درجہ ہے اور اس درجہ سے تین خاصیتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ جو حال عوام پر خواب میں کھلتا ہے- اس درجہ والے پر جاگتے میں کھل جاتا ہے- دوسری یہ کہ عوام کے نفس فقط ان کے بدن ہی میں اثر کرتے ہیں اور اس درجہ والے کا نفس ان چیزوں میں جو اس کے بدن کے باہر ہیں اس طرح اثر کرتا ہے کہ اس میں خلق کا بناؤ ہو بگاڑ نہ ہو- تیسری یہ کہ عوام الناس کو جو علوم سیکھنے سے آتے ہیں- اس درجہ والے کو بے سیکھے اپنے دل سے آجاتے ہیں- اور چونکہ یہ بات ممکن ہے کہ جو شخص کچھ تیز عقل اور صاف دل ہوتا ہے- بے سیکھے بعض علوم اس کے دل میں آجاتے ہیں- تو یہ بھی جائز ہے- کہ جو شخص بہت تیز عقل اور بہت صاف دل ہے- وہ بہت یا سب علوم خود بخود جان جائے- اور ایسے علم کو علم لدنی کہتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًاo اور سکھایا ہم نے اسے اپنے پاس سے ایک علم-۱۲

جس شخص کو یہ تینوں خاصیتیں حاصل ہوں وہ پیغمبران بزرگ یا اولیائے کرام سے ہے- اور جس میں ان میں سے ایک خاصیت ہے اس کو بھی یہ درجہ حاصل ہے- اور ہر ایک میں بھی بڑا فرق ہے- اس لیے کہ کسی کو ہر ایک میں سے تھوڑا تھوڑا حاصل ہوتا ہے- اور کسی کو بہت اور رسولِ مقبول ﷺ کو اس وجہ سے کمال حاصل تھا کہ آپ ﷺ کو تینوں خاصیتیں تمام و کمال حاصل تھیں- جب خدا نے چاہا کہ مخلوق کو آں حضرت ﷺ کی نبوت کا حال بتائے تاکہ سب آنحضرت کی اتباع و پیروی کریں اور اپنی سعادت کی راہ سیکھیں تو ان تینوں خاصیتوں میں سے ہر ایک کا شائبہ ان کو عنایت کیا ایک سے خواب دکھایا دوسری سے خلق کی سمجھ سیدھی کر دی- تیسری سے ان کے دلوں کو درست کر دیا اور یہ ممکن نہیں کہ آدمی ایسی چیز پر ایمان لائے جس کی جنس اس کے دل میں موجود نہ ہو اس لیے کہ جس چیز کا شائبہ آدمی میں نہ ہوگا اس چیز کی صورت اس کی سمجھ میں نہ آئے گی اسی لیے حقیقت الٰہیہ کما حقہ کوئی نہیں پہچان سکتا- صرف خدا ہی جانتا ہے اور اس تحقیق کی تفصیل دراز ہے "معانی اسماء اللہ[۱]" کتاب میں ہم نے کھلی ہوئی دلیل کے ساتھ یہ تفصیل بیان کی ہے- غرض یہ ہے کہ ہم اس امر کو روا رکھتے ہیں کہ اولیاء انبیاء کے لیے ان تینوں خاصیتوں کے سوا اور خاصیتیں بھی ہوں کہ ہم میں ان کا شائبہ نہ ہو- اس وجہ سے ہم انہیں نہ جانتے ہوں اور جیسا ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا کے سوا خدا کو کوئی پوری طرح نہیں پہچانتا- اسی طرح ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول کو بھی کوئی پوری طرح نہیں پہچانتا- مگر وہی رسول یا جو اس سے مرتبہ میں زیادہ[۲] ہو تو آدمیوں میں پیغمبر کی شان پیغمبر ہی جانتا ہے- اور ہمیں اس سے زیادہ معلوم نہیں اس لیے کہ لوگ اگر ہم سے یہ ذکر کرتے

۱- امام والا مقام نے اسماء حسنیٰ کی شرح لکھی ہے اس کتاب کا نام معانی اسماء اللہ ہے-۱۲

۲- رسول مقبول ﷺ کا مرتبہ آنحضرت ﷺ اور جناب احدیت کے سوا کوئی رسول بھی کما حقہ نہیں جانتا- اس لیے کہ آنحضرت ﷺ سے کوئی رسول مرتبہ میں زیادہ نہیں-۱۲

کہ کوئی شخص گر پڑتا اور بے حس و حرکت پڑا رہتا ہے- نہ دیکھتا ہے- نہ سنتا ہے نہ یہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا- اور جب دیکھنے سننے والا ہوتا ہے- تو اپنا یہ حال بھی نہیں جان سکتا اگر ہمیں خود نیند کی کیفیت معلوم نہ ہوتی تو ہم لوگوں کا یہ کہنا کبھی باور نہ کرتے اس لیے کہ آدمی نے جو نہ دیکھا ہو اس پر یقین نہیں کرتا- اور اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا:

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَالَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۝

بلکہ جھٹلانے لگے ہیں جس کے سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی تک اس کی حقیقت نہیں پائی- ۱۲

اور فرمایا ہے:

وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ

اور جب راہ پر نہیں آئے اس کے بتانے سے اب کہیں گے یہ جھوٹ ہے مدت کا-

اے عزیز اس بات پر تعجب نہ کر کہ اولیاء انبیاء میں ایسی کوئی صفت ہو کہ جس کی کسی کو خبر نہ ہو- اور انہیں اس صفت کے سبب سے عمدہ لذتیں اور حالتیں حاصل ہوں- اس لیے کہ تو دیکھتا ہے کہ جس کو شعر کا ذوق نہیں گانے سے بھی اسے لطف نہیں آتا اگر کوئی چاہے کہ اس بے ذوق کو شعر کے معنی سمجھادے تو کوشش کے باوجود نہیں سمجھا سکتا کہ اسے شعر کی کچھ خبر نہیں- اسی طرح اندھا انسان رنگت اور دیدار کی لذت کے معنی نہیں سمجھ سکتا- خدا کی قدرت سے تو کچھ تعجب نہ کر کہ درجہ نبوت کے بعد بعض ادراک پیدا کرے اور اس سے پہلے اس کی کسی کو خبر نہ ہو-

فصل: اے عزیز یہ سب جو بیان ہوا ہے اس سے تجھے اصل آدمی کی بندگی معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صوفیوں کی راہ کیا ہے- اور یہ جو تو نے سنا ہوگا کہ صوفی کہتے ہیں کہ علم اس راہ میں رکاوٹ ہے اور ممکن ہے تو نے اس سے انکار کیا ہو تو یہ انکار درست نہیں- صوفیوں کا کہنا ٹھیک ہے- اس لیے کہ اگر محسوسات کے علم کے ساتھ مشغول رہے گا تو یہ شغل اس حال سے پردہ اور حجاب بنا رہے گا اور دل حوض کی طرح ہے اور حواس گویا پانچ نہریں ہیں کہ ان سے حوض میں پانی جاتا ہے- اگر تجھے منظور ہو کہ حوض کی تہہ سے صاف پانی نکلے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ باہر سے آیا ہوا پانی جو حوض میں ہے اور اس پانی کے سبب جو کیچڑ ہو گئی ہے- اسے حوض سے نکال دے اور سب نہروں کا راستہ بند کر کہ حوض میں باہر کا پانی نہ آنے پائے- اور حوض کی تہہ کو کھود کہ صاف پانی اس کے اندر سے نکلے اور حوض جب تک باہر کے پانی سے بھرا رہے گا ممکن نہیں کہ اس کی تہہ سے پانی نکل سکے- اسی طرح باہر والے علم سے جب تک دل خالی نہ ہو جائے تب تک وہ علم جو دل کے اندر سے پیدا ہوتا ہے نہ پیدا ہوگا ہاں عالم اپنے آپ کو اگر سیکھے ہوئے علم سے خالی کر ڈالے اور اس کے ساتھ مشغول نہ رہے تو وہ علم جس سے اپنے آپ کو خالی کیا ہے- حجاب نہ ہوگا- اور ممکن ہے کہ اس عالم کو کشف بھی حاصل ہو- اسی طرح اگر کوئی شخص محسوسات کے خیال سے اپنا دل خالی کر دے تو وہ خیالات جن سے دل خالی کیا ہے اسے حجاب نہ ہوں گے- اور حجاب کا باعث یہ ہے کہ مثلاً جب کسی شخص نے اہل سنت کے اعتقاد سیکھنے اور گفتگو اور مباحثہ کے لیے جیسا چاہا ان

کی دلیل سیکھیں- اور اپنے آپ کو بالکل اسی کا کر دیا- اور یہ اعتقاد کر لیا کہ اس علم کے سوا اور کوئی علم ہی نہیں تو جب اس کے دل میں کچھ آئے گا یہی کہے گا کہ جو میں نے سیکھا ہے- یہ اس کے خلاف ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ باطل ہے- ایسے شخص کو کاموں کی حقیقت کا معلوم ہونا ممکن نہیں- اس لیے کہ جو اعتقاد عوام لوگوں کو سکھاتے ہیں وہ حقیقت کا ڈھانچہ ہے اصل حقیقت اور پوری معرفت یہ ہے کہ حقیقتیں ڈھانچے سے ایسی ممتاز ہو جائیں جیسے ہڈی سے گودا-

اے عزیز تو جان کہ جو عالم اعتقاد کی تائید کے لیے مناظرے کا طریقہ سیکھتا ہے اسے کچھ حقیقت منکشف نہیں ہوتی- جب وہ یہ سمجھا کہ سب علم میں ہی جانتا ہوں تو یہ سمجھ اس کا حجاب بن جاتی ہے اور چونکہ یہ سمجھ اس پر غالب ہوتی ہے جس نے کچھ تھوڑا سا علم سیکھا ہوتا ہے تو غالبًا ایسے لوگ اس درجے سے محروم و محجوب رہتے ہیں اور جو عالم اس سمجھ کو دور کر دے اس کا علم حجاب نہ ہو گا- بلکہ یہ کشف اسے جب حاصل ہو گا تو اس کا درجہ کامل ہو گا- اور اس کی راہ اس شخص سے بہت بے خطر اور سیدھی ہو گی- جس کا قدم علم میں پہلے سے مضبوط نہ ہوا- اور شاید مدت تک خیال باطل میں پھنسا رہا ہو- اور تھوڑا سا شائبہ بھی اس کے لیے رکاوٹ بن جائے- اور عالم ایسے خطرے سے بے خوف ہوتا ہے- اے عزیز اگر کسی صاحب کشف سے تو سنے کہ علم رکاوٹ ہے تو چاہیے کہ اس بات کے معنی سمجھے اس کا انکار نہ کرے لیکن غیر مباح کو مباح ٹھہرانے والے نفس پرور' بے بہرہ لوگ جو اس زمانے میں پیدا ہوئے انہیں ہرگز یہ حال حاصل نہیں- جاہل صوفیوں کی گڑھی ہوئی کچھ واہیات باتیں سیکھ لی ہیں- اور ان لوگوں کا یہ شغل ہے کہ تمام دن اپنے آپ کو دھوتے ہیں- لنگی گدڑی' جانماز سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے علم اور علماء کی مذمت کرتے ہیں- یہ لوگ مار ڈالنے کے قابل ہیں-ا؎ اس لیے کہ یہ لوگ آدمیوں کے شیطان اور خدا اور رسول ﷺ کے دشمن ہیں- کہ خدا اور رسول ﷺ نے تو علم اور علماء کی تعریف کی ہے اور تمام عالم کو علم سیکھنے کی دعوت دی ہے- یہ بدبخت جب صاحب علم نہیں- اور علم بھی حاصل نہیں کیا ہوا تو ایسی بات یعنی علم' علماء کو برا کہنا اسے کب درست ہے اور اس بدبخت کی مثال اس شخص کی سی ہے- جس نے سنا ہو کہ کیمیا سونے سے بہتر ہے اس لیے کہ اس سے بے انتہا سونا ہاتھ آتا ہے اور جب سونے کا خزانہ اس کے سامنے رکھیں تو اس پر ہاتھ نہ ڈالے اور کہے کہ سونا کس کام آتا اور کیا حقیقت رکھتا ہے- کیمیا چاہیے جو سونے کی اصل ہے اور سونا نہ لے- اور کیمیا نہ تو اس نے دیکھی ہے اور نہ کیمیا کو جانتا ہو- ایسا شخص بدبخت مفلس اور بھوکا رہتا ہے اور اتنی بات کی خوشی میں کہ میں نے آپ یہ کہا کہ کیمیا سونے سے بہتر ہے- خوش ہوتا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بناتا ہے- اور انبیاء و اولیاء کا کشف تو کیمیا کی مانند ہے اور عالموں ا؎ کا علم سونے کی مثل ہے- اور کیمیا کے مالک کو سونے کے مالک پر ہر طرح سے فوقیت حاصل ہے- لیکن یہاں پر ایک اور نکتہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اتنی ہی کیمیا ہو- کہ اس سے سونے کے سو دینار سے زیادہ حاصل نہیں ہو سکتے- تو ایسے شخص کو اس شخص پر کچھ فضیلت نہیں- جس کے پاس سونے کے ہزار دینار موجود ہوں اور جیسا کہ کیمیا کی کتابیں اور باتیں اور تلاش کرنے والے بہت ہیں- اس زمانے میں اس کی حقیقت کمیاب ہے اکثر ڈھونڈنے والے دغا کھاتے ہیں-

ا؎ جھوٹے صوفی جو علماء کی مذمت کرتے ہیں وہ قابل قتل ہیں-۱۲

صوفیوں کا حال بھی ایسا ہی ہے- اصل صوفی پن ان لوگوں میں نہیں- اگر ہے تو تھوڑا ہے- اور یہ بات نادر ہے کہ کمال کو پہنچے تو جاننا چاہیے کہ جس شخص کو صوفیائے کرام کا تھوڑا سا حال معلوم ہوا ہے- ہر عالم پر فضیلت نہیں کیونکہ ان میں سے بہت سے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کام کے شروع میں کچھ خلل ظاہر ہوتا ہے- اس وقت اس درجہ سے گر پڑتے ہیں اور کامل نہیں ہوتے- اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ سوداء اور خیال خام ان پر غالب ہوتا ہے- اور اس کی کچھ اصل نہیں ہوتی اور وہ اسے حق اور مستحکم کام سمجھتے ہیں اور وہ ایسا نہیں ہوتا- اور جیسا کہ خواب میں اصل اور خیالات وواہیات دونوں ہوتے ہیں- اسی طرح اس حال میں بھی ہوتے ہیں بلکہ عالموں ۲؎ پر اس صوفی کو فضیلت ہے- جو اس میں ایسا کامل ہو چکا ہو کہ جو علم دین سے تعلق رکھتا ہے- اور اوروں کو سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے صوفی بے سیکھے اس علم کو جان لے- اور یہ امر نہایت نادر ہے تو اے عزیز چاہیے کہ تو تصوف کی اصل راہ اور صوفیائے کرام کی بزرگی پر ایمان لائے اور اس زمانے کے صوفیوں کے سبب سے ان اصلی صوفیائے کرام سے بد اعتقاد نہ ہو اور ان میں سے جو علم اور علماء پر طعن کرتا ہے- اسے سمجھ لے کر نادانی سے ایسا کرتا ہے-

فصل: اے عزیز شاید تو یہ کہے کہ کیسے معلوم ہو کہ آدمی کی سعادت خدا کی معرفت ہی میں ہے- تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی معرفت میں آدمی کی سعادت کا ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کی سعادت اسی کام میں ہوتی ہے جس کے لیے وہ چیز پیدا ہوتی ہے جیسا کہ شہوت کا مزہ اسی میں ہے کہ آدمی کی آرزو پوری ہو اور غصہ کا مزہ اسی میں ہے کہ دشمن سے بدلہ لے آنکھ کا مزہ اچھی صورتیں دیکھنے میں کان کا مزہ اچھی آوازیں سننے میں ہے اور دل کا مزہ اسی بات میں ہے جو دل کی خاصیت ہے- اور جس کے لیے خدا نے دل کو پیدا کیا ہے وہ امر کاموں کی حقیقت کا پہچاننا ہے کہ یہی دل کا خاصا ہے- لیکن خواہش اور غصہ اور پانچوں حواس سے محسوسات کی پہچان چارپایوں کو بھی حاصل ہے اور چونکہ کاموں کی اصل حقیقت کی معرفت دل کی خاصیت ہے اسی لیے انسان جو چیزیں نہیں جانتا انہیں دریافت کرنے کو جی چاہتا ہے اور جو شے جانتا ہے- اس پر خوش ہو کر فخر کرتا ہے اگر وہ بری چیز مثلاً شطرنج سیکھنے کی فکر میں ہے اور جو اسے جانتا ہے اس سے اگر کہیں کہ تو نہ سیکھانا تو اسے صبر کرنا دشوار ہوتا ہے- اور اس خوشی سے کہ عجیب قسم کا کھیل جانتا ہے یہ چاہتا ہے کہ فخر ظاہر کرے اے عزیز تجھے جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ دل کی لذت کاموں کی معرفت میں ہے- تو یہ بھی جان لے کہ جتنی اچھی اور عمدہ چیز کی معرفت ہو گی دل کو اس سے اتنی ہی زیادہ لذت ہو گی اس لیے کہ جو شخص وزیر کے اسرار ورموز سے واقف ہوتا ہے وہ خوش ہوتا ہے- اگر بادشاہ کا محرم راز ہو جائے اور اس کے امورِ مملکت پر واقفیت پائے تو بہت ہی خوش ہو گا- اور جو شخص علم ہندسہ کے ذریعہ سے آسمانوں کی شکل اور مقدار جانتا ہے- وہ اس شخص کی نسبت بہت خوش رہتا ہے- جو شطرنج کھیلنا

۱- انبیاء اولیاء کا کشف کیمیا ہے- اور عالموں کا سونا ہے- ۱۲
۲- صوفی کو ہر عالم پر فضیلت نہیں ہاں صوفی کامل کو عالم پر فضیلت ہے- ۱۲

جانتا ہے۔اور شطرنج بچھانا جاننے سے شطرنج کھیلنا جاننے میں آدمی کو زیادہ خوشی ہوتی ہے۔اسی طرح معلوم یعنی جانی ہوئی چیز جتنی زیادہ اچھی ہوگی اس کا علم یعنی جاننا اتنا ہی عمدہ ہوگا اور اس میں اسی تناسب سے زیادہ مزہ ہوگا۔اور خداتعالیٰ سب چیزوں سے اشرف وافضل ہے اس لیے کہ سب چیزوں کو اسی کے سبب سے شرف وعزت ہے وہی تمام عالم کا بادشاہ ہے۔ تمام عالم کے عجائبات اسی کی صفات کی نشانیاں ہیں تو کوئی معرفت بھی اس کی معرفت سے زیادہ عمدہ اور مزہ دار نہیں [۱] اور حضرت ربوبیت کے دیدار سے بہتر کوئی دیدار نہیں اور دل کی طبیعت اس دیدار کو چاہتی ہے اس لیے کہ ہر چیز کی طبیعت اسی خاصیت کو چاہتی ہے جس کے لیے اسے خدا نے پیدا کیا ہے۔اگر کوئی دل ایسا ہو جس سے اس معرفت کی خواہش زائل ہو چکی ہو تو وہ دل اسے بیمار کی مانند ہے۔ جسے کھانے کی خواہش نہ رہی ہو اور روٹی کی نسبت مٹی اسے بہت اچھی معلوم ہوتی ہو۔اگر اس بیمار کا علاج نہ کریں اور اسے کھانے کی خواہش پھر نہ پیدا ہو جائے اور مٹی کا شوق ختم نہ ہو تو وہ بیمار بڑا کم نصیب ہے۔اور ہلاک ہو جائے گا۔اور وہ شخص جس کے دل میں خدا کی معرفت سے زیادہ اور چیزوں کا شوق ہے۔وہ بیمار ہے۔وہ اس جہان میں بدبخت اور تباہ ہوگا اور سب خواہشات اور محسوسات کے باعث جو محنت اس نے اٹھائی تھی وہ بھی جاتی رہے گی۔اور خدا کی معرفت کی لذت جو دل سے تعلق رکھتی ہے مرنے سے دونی ہو جائے گی۔اس لیے کہ دل نہ مرے گا اور معرفت برقرار رہے گی۔بلکہ دل زیادہ روشن ہو جائے گا اور چیزوں کی خواہش سے جتنی تکلیف ہوتی ہے اس میں اس سے دونی لذت اٹھائے گا اور اس کی زیادہ تفصیل اصلِ محبت میں جو آخر کتاب میں بیان کی جائے گی۔

فصل : اصل انسانی کا جو کمال بیان کیا گیا ہے اس کتاب میں اتنا ہی کافی ہے زیادہ تفصیل درکار ہو تو وہ کتاب "عجائب القلوب [۲]" میں ہم نے لکھدی ہے دیکھ لے اور ان دونوں کتابوں سے بھی آدمی کو پوری خودشناسی یعنی اپنے نفس کی پہچان حاصل نہیں ہو سکتی۔اس لیے کہ دل آدمی کا ایک رکن ہے اور دل کی تمام صفات میں سے یہ بعض کا بیان ہے اور آدمی کا دوسرا رکن بدن ہے۔اور اس کے پیدا کرنے میں بھی بہت سے عجائبات ہیں۔ آدمی کے ہر ظاہری [۳] اور باطنی عضو میں عجیب باتیں اور عمدہ حکمتیں ہیں۔اور آدمی کے بدن میں کئی ہزار رگیں، ریشے اور ہڈیاں ہیں۔ہر ایک کی صورت اور صفت علیحدہ ہے۔اور ہر ایک سے غرض جدا ہے۔

اے عزیز تو ان سب سے بے خبر ہے فقط اس قدر جانتا ہے کہ ہاتھ پکڑنے کے لیے پاؤں چلنے کے لیے زبان بات کرنے کے لیے ہے لیکن یہ بات جان کہ خدا نے دس پردوں سے آنکھ کو بنایا ہے اور وہ دس پردے باہم مختلف ہیں ان میں سے اگر ایک بھی کم ہو تو آدمی کے دیکھنے میں خلل پڑ جائے اور تجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ ہر پردہ کس لیے ہے اور دیکھنے میں آدمی ان کا کیوں محتاج ہے اور آنکھ کی مقدار جتنی ہے۔اتنی ظاہر ہے اور اس کی تفصیل بہت کتابوں میں لوگوں نے لکھی ہے اگر

۱۔ خدا کو پہچاننے سے زیادہ کوئی چیز مزہ دار نہیں اور اس کے دیدار سے بڑھ کر کوئی دیدار نہیں۔۱۲

۲۔ یہ کتاب امام والا مقام کی تصنیف ہے۔۱۲

۳۔ سر، سینہ، پیٹھ، دونوں ہاتھوں، پاؤں یہ ہفت اندام ظاہری ہیں اور یہاں پر ظاہری مراد ہیں۔۱۲

تجھے آنکھ کے پردوں کی کیفیت معلوم نہیں تو کیا تعجب ہے اس لیے کہ تو یہ بھی تو نہیں جانتا کہ اندرونی اعضاء مثلاً جگر، تلی، پتا، گردہ وغیرہ کیوں بنے ہیں۔ جگر تو اس لیے بنا ہے کہ معدے سے طرح طرح کی غذائیں جو اس میں پہنچیں ان سب کو ایک اندازے پر خون کے رنگ کی طرح کر دے تا کہ وہ سات اعضاء کی غذا ہونے کے قابل ہو جائے جب خون جگر میں پک جاتا ہے تو اس کے نیچے تلچھٹ رہ جاتا ہے وہ تلچھٹ سودا کہلاتا ہے۔ تلی اس لیے ہے کہ جگر سے خون کو لے اور اس کے اوپر کچھ زرد زرد چیز پیدا ہوتی ہے۔ پتا اس لیے ہے کہ اس کو خون سے کھینچ لے اور خون جب جگر سے باہر نکلتا ہے پتلا اور بے قوام ہوتا ہے۔ گردہ اس لیے ہے کہ پانی کو لہو سے کھینچ لے تا کہ بغیر سودا اور صفرا کے قوام ہو کر خون رگوں میں جائے اگر پتے میں کچھ عارضہ لاحق ہو جائے۔ تو صفرا خون میں رہ جائے گا۔ اس سبب سے کافور اور صفراوی بیماریاں پیدا ہوں گی اگر گردے کو کوئی عارضہ لاحق ہو گا تو خون میں پانی رہ جائے گا۔ اس سے استسقاء کی بیماری پیدا ہو گی۔ اسی طرح آدمی کے ظاہری اور باطنی اعضاء میں سے ہر عضو کو خدا نے ایک کام کے لیے پیدا کیا ہے کہ اس کے بغیر بدن میں خلل واقع ہوتا ہے۔ بلکہ آدمی کا بدن اگرچہ چھوٹا ہے۔ مگر تمام عالم کی مثال ہے۔ اس لیے کہ جو کچھ تمام عالم میں خدا نے پیدا کیا ہے۔ آدمی کا بدن اس سب کا نمونہ ہے ہڈی، پہاڑ، پسینہ، مینھ، بال، درخت، دماغ، آسمان اور حواس گویا تارے ہیں اس کی تفصیل دراز ہے بلکہ جہاں میں جس جس قسم کی مخلوق ہے۔ مثلاً سور، کتا، بھیڑیا، چارپایہ، دیو، پری، فرشتہ ان سب کی مثال آدمی کے بدن میں موجود ہے۔ چنانچہ یہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ بلکہ جو جو پیشہ ور جہاں میں ہیں ان سب کے نمونے جسم انسان میں ہیں۔ جو قوت کہ معدہ میں کھانا ہضم کرتی ہے۔ گویا باورچی ہے۔ اور جو قوت خالص کھانے جگر اور پھوک کو آنتوں میں پہنچاتی ہے وہ گویا فلٹر ہے۔ اور جو قوت کھانے کو جگر میں خون کا رنگ دیتی ہے۔ گویا رنگریز ہے۔ اور جو قوت خون کو عورت کی چھاتیوں میں پہنچا کر سفید دودھ اور مرد کے خصیوں میں سفید منی بناتی ہے۔ گویا دھوبی ہے اور جو قوت غذا کو ہر ہر عضو میں کھینچ کر پہنچاتی ہے گویا دلدل ہے۔ اور جو قوت پانی کو جگر سے کھینچ کر گردے و مثانہ میں بہا دیتی ہے۔ گویا سقا ہے۔ اور جو قوت پھوک کو پیٹ سے باہر گرا دیتی ہے حلال خور ہے اور جو قوت سودا اور صفرا کو اس لیے اندر پیدا کرتی ہے تا کہ بدن تباہ اور خراب ہو وہ گویا مفسد جعل ساز ہے۔ اے عزیز اصل مطلب یہ ہے کہ تجھے یہ بات معلوم ہو جائے کہ تیرے اندر کئی طرح کی قوتیں تیرے کام میں مصروف ہیں اور تو خوابِ خرگوش میں غافل پڑا ہے۔ لیکن ان قوتوں میں سے کوئی قوت تیرے کام سے غافل اور فارغ نہیں ہوتی۔ اور نہ تو ان کو جانتا ہے۔ اور جس نے انہیں تیرے کام کے لیے پیدا کیا ہے نہ اس کا احسان مانتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو ایک دن کے لیے تیری خدمت کے لیے بھیجے تو تمام عمر تو اس کا شکریہ ادا کیا کرتا ہے۔ مگر جس ذات نے تیرے اندر کئی ہزار پیشہ ور تیری خدمت کے لیے ایک دم بھی فارغ نہیں ہوتے اسے یاد بھی نہیں کرتے۔ اور بدن کی ترکیب اور اعضاء کی منفعت جاننے کا نام علم تشریح ہے اور وہ بھی عظیم الشان علم ہے۔ لوگ اس سے غافل ہیں اسے نہیں پڑھتے جس کسی نے پڑھا بھی تو اس لیے پڑھا کہ علم طب میں ماہر ہو جائے۔ اور علم طب خود مختصر اور بے حقیقت ہے گویا اس کی طرف حاجت ہے مگر دین کی راہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن اگر کوئی شخص خدا کی عجیب

صنعتیں دیکھنے کی نیت سے اس علم کا مطالعہ کرے تو اسے خدا کی صفتوں میں سے تین صفتیں ضرور معلوم ہو جائیں گی۔ ایک یہ کہ اس قالب کا بنانے والا اور جسم کا پیدا کرنے والا اتنا بڑا قادر ہے کہ اس کی قدرت کاملہ میں نقصان اور عاجزی کو ہرگز دخل نہیں جو چاہے کر سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی کام اس سے زیادہ تعجب انگیز نہیں کہ ایک قطرہ پانی سے ایسا جسم پیدا کرے اور جو یہ عجیب کام کر سکتا ہے اسے مرنے کے بعد پھر زندہ کرنا بہت ہی آسان ہے۔ دوسری یہ صفت کہ وہ خالق ایسا عالم ہے کہ اس کا علم سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس لیے کہ یہ عجائبات ان عمدہ عمدہ حکمتوں کے ساتھ بغیر کمال علم کے غیر ممکن ہیں۔ تیسری یہ صفت کہ خالق کی عنایت اور لطف و رحمت بندوں پر بے نہایت ہے کہ بندہ کو جیسے چاہیے تھا پیدا کیا کہ جس چیز کی ضرورت تھی جگر، دل، دماغ کہ حیوان کی اصل ہے وہ بھی اسے دی۔ اور جس چیز کی ضرورت نہ تھی فقط حاجت تھی۔ مثلاً ہاتھ، پاؤں، زبان، آنکھ وغیرہ بھی عطا کی۔ اور جن چیزوں کی حاجت نہ تھی نہ ضرورت تھی مگر ان سے مزید زینت تھی۔ مثلاً بالوں کی سیاہی، لبوں کی سرخی، بھوؤں کا خم، آنکھوں اور پلکوں کی ہمواری وہ بھی مرحمت فرمائیں تاکہ انسان بہت اچھا معلوم ہو۔ اس لیے یہ چیزیں بنائیں اور یہ لطف و مہربانی فقط آدمی ہی کے ساتھ نہیں۔ بلکہ سب مخلوقات کے ساتھ ہے۔ یہاں تک کہ بھنگا اور مماکھی اور مکھی کو بھی جو چیز چاہیے تھی اور با ایں ہمہ ان کی ظاہری صورت بھی اچھے نقشوں سے آراستہ اور عمدہ رنگوں سے پیراستہ کی تو آدمی کی خلقت کا ہر حصہ غور سے دیکھنا خدا کی صفات پہچاننے کی کنجی ہے۔ اسی وجہ سے اس علم یعنی علم تشریح کی اس قدر وضاحت کی ہے تو اس لحاظ سے اس کی عظمت ہے کہ طبیب کی حاجت ہے۔ اور جیسا کہ شعر و تصنیف اور صنعت کے عجائبات کو تو جس قدر زیادہ جانتا ہے شاعر اور مصنف اور صانع کی عظمت بھی اتنی زیادہ تیرے دل میں آتی ہے۔ اسی طرح خدا کی عجیب عجیب صنعتیں اس صانع باکمال کی عظمت دریافت کرنے کی کنجی ہے۔ اور یہ علم بھی معرفت نفس کا راستہ ہے لیکن علم دل کی نسبت تنگ اور چھوٹا ہے اس لیے کہ یہ بدن کا علم ہے۔ اور بدن سواری اور دل سوار کے مانند اور پیدا کرنے سے سواری مقصود نہیں۔ سوار مقصود ہے سوار کے لیے سواری ہوتی ہے۔ سواری کے لیے سوار نہیں ہوتا لیکن اتنا بھی جو بیان کیا تو اس لیے کہ تو جان لے کہ باوجودیکہ کوئی چیز تیری ذات سے زیادہ تجھ سے نزدیک نہیں مگر اس کے باوجود اپنے آپ کو اچھی طرح نہیں پہچان سکتا اور جو اپنے آپ کو نہ پہچانے اور دوسروں کے پہچاننے کا دعویٰ کرے وہ اس مفلس کی مانند ہے۔ جو اپنے آپ کو تو کھانا نہیں دے سکتا۔ اور دعویٰ کرتا ہے کہ تمام شہر کے محتاج اس کے گھر روٹی کھاتے ہیں۔ اس کا یہ کہنا اور دعویٰ کرنا محض واہیات اور تعجب کی بات ہے۔

فصل: اے عزیز یہ سب کچھ جو بیان ہوا اس سے آدمی کے گوہر دل کی بزرگی و فضیلت تجھے معلوم ہوئی اب یہ جان کہ خدا نے تجھے یہ بہت عمدہ گوہر دیا ہے اور تجھ سے پوشیدہ کیا۔ اگر تو اسے نہ ڈھونڈھے گا اور اس کو ضائع کرے گا اور اس سے غافل رہے گا۔ تو بڑا نقصان اور خسارہ اٹھائے گا۔ کوشش کر کے دل کو ڈھونڈھ اور دنیا کے مشغلہ سے نکال کر کمال بزرگی کے درجہ پر پہنچا کہ اس جہان میں بزرگی اور عزت ظاہر ہو۔ یعنی مسرت بے ملال، بقائے بے زوال، قدرت بے عجز،

معرفت بے شبہہ اور جمال بے کدورت دیکھے لیکن اس جہان میں دل کی بزرگی اس بات سے ہے کہ اس جہان میں عزت اور شرف حقیقی پانے کی لیاقت رکھتا ہے- نہیں تو آج اس سے زیادہ عاجز اور ناقص کوئی نہیں کہ گرمی' سردی' بھوک' پیاس' بیماری' دکھ' درد وغیرہ غموں میں پھنسا ہے اور جس چیز میں اسے لذت اور راحت ہے وہی اس کے لیے موجب نقصان و مضرت ہے اور جو چیز اس کو نفع پہنچانے والی ہے- وہ رنج اور تلخی سے خالی نہیں- اور جو شخص بزرگ و عزت دار ہوتا ہے- وہ علم یا قدرت و قوت یا ارادہ و ہمت یا اچھی صورت کی بدولت صاحب وقار ہوتا ہے- آدمی کے علم کی طرف اگر دیکھا جائے تو اس سے زیادہ کوئی جاہل نہیں- کہ اگر ایک رگ بھی اس کے دماغ میں ٹیڑھی ہو جائے تو ہلاکت اور جنون کا اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا سبب و علاج کیا ہے اور ایسا ہوتا ہے- کہ اس کی دوا اس کے سامنے ہوتی ہے- وہ دیکھتا ہے اور نہیں پہچانتا کہ یہ میری دوا ہے اگر آدمی کی قوت اور قدرت کا خیال کیا جائے تو اس سے زیادہ کوئی عاجز نہیں کہ یہ میری سے نہیں جیت سکتا کہ اگر ایک بھیجے کو خدا اس پر مسلط کر دے تو اس سے ہلاک ہو جاتا ہے- اگر ایک ممانکھی ڈنگ مار دے تو بے خواب اور بے قرار ہو جاتا ہے- اگر آدمی کی ہمت کی طرف دیکھا جائے تو ایک دانگ چاندی کا اگر اس سے نقصان ہوتا ہے تو اداس و ملول اور پریشان ہو جاتا ہے- اگر بھوک کے وقت ایک نوالہ اسے نہ ملے تو بد حواس ہو جاتا ہے اس سے زیادہ کنجوس اور کون ہو گا اگر آدمی کے جمال اور صورت کا خیال کیجئے تو نجاست کے ڈھیر پر ایک چمڑا تان دیا گیا- آدمی اگر دو دن اپنا بدن نہ دھوئے تو ایسی خرابیاں ظاہر ہوں گی کہ اپنے آپ سے اکتا جائے- بدن سے بدبو آنے لگے- نہایت رسوا ہو آدمی سے زیادہ کوئی چیز گندی نہیں اس لیے کہ اس کے اندر ہمیشہ نجاست رہتی ہے اور وہ نجاست بردار ہے اور ہر روز دوبارہ نجاست خود دھوتا ہے- یعنی آبدست لیتا ہے- منقول ہے کہ ایک دن شیخ ابوسعید قدس سرہ صوفیاء کے ساتھ کہیں تشریف لیے جاتے تھے- ایک مقام پر پہنچے وہاں لوگ سنڈاس صاف کر رہے تھے- راستہ پر نجاست پڑی تھی- سب ساتھی وہاں ٹھٹھک کر ناک بند کر کے ایک طرف بھاگے- شیخ ممدوح وہیں کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے لوگو سمجھو تو یہ نجاست مجھ سے کیا کہتی ہے- لوگوں نے کہا یا شیخ کیا کہتی ہے- فرمایا یہ کہتی ہے کہ میں بازار میں تھی یعنی- میوہ' مٹھائی جنس وغیرہ تھی- سب لوگ مجھے مول لینے کو روپیہ کی تھیلیاں مجھ پر لٹاتے تھے- ایک شب میں تمہارے پیٹ میں رہی متعفن اور نجس ہو گئی اب مجھ کو تم سے بھاگنا چاہیے یا تم کو مجھ سے حقیقت میں یہی بات ہے- کہ آدمی اس عالم میں نہایت ناقص و عاجز اور بیکس ہے- قیامت کو اس کی گرم بازاری ہو گی- اگر کیمیائے سعادت کو گوہر دل پر ڈالے گا- چارپایوں کے مرتبے سے نکل کر فرشتوں کے درجے پر پہنچے گا- دنیا دار اگر خواہش دنیا کی طرف متوجہ ہو گا- تو کل قیامت کو کتے اور سور اس سے بہتر ہوں گے کہ خاک ہو جائیں گے اور رنج سے نجات پائیں گے اور آدمی عذاب میں رہے گا- تو آدمی نے جہاں اپنی بزرگی جانی ہے- چاہیے کہ اپنا نقصان اور بے چارگی اور بے کسی بھی پہچان رکھے- اس لیے کہ اپنے نفس کو اس طرح پہچاننا بھی معرفت الٰہی کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے- اس قدر بیان اپنے آپ کو پہچاننے کو کفایت کرتا ہے- اس لیے کہ اس کتاب میں اس سے زیادہ بیان کرنا ممکن نہیں ہے-

☆..........☆..........☆